مکاں لامکاں
رضیہ سبحان قریشی

شاعری تمام فنونِ لطیفہ میں سب سے مقبول اور متاثر کن ذریعہ اظہار ہے۔ اور شاعری اگر خود آگہی اور جہاں آگہی پر مبنی ہو تو وہ خود شاعر کے وجود کی پیدائش کا اشارہ بھی بن سکتی ہے۔ یہ احساس مجھے رضیہ سبحان قریشی کے چوتھے مجموعے 'مکاں لامکاں' پڑھ کر ہوا۔ اس سے قبل اُن کی شاعری کی تین کتابیں ''سرد آگ''، ''خاموش دستک'' اور ''سپیاں محبت کی'' شائع ہو چکی ہیں۔ ان کتابوں میں رضیہ نے زندگی کے جو نشیب و فراز طے کئے ہیں ان کا پورا شعور موجودہ کلام میں جھلکتا ہے۔ انہیں خود بھی احساس ہے کہ تجربے کی تپش نے ان کے طرزِ احساس کو کندن بنا دیا ہے۔ اب وہ ''ایک ایسی شخصیت بننا چاہتی ہیں جس میں دریاؤں کی طغیانی نہیں بلکہ سمندروں کا سا ٹھہراؤ ہو۔'' اس کے آگے وہ ایسی منزلوں کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتی ہیں جہاں روح کو سکون اور آتما کو شانتی ملے کہ یہ سب محبت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

ان کی یہ کتاب 'مکاں لامکاں' یقیناً اہلِ ادب کو اپنی طرف متوجہ کرے گی اور اس کی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

پروفیسر سحر انصاری

رضیہ سبحان پُر فکر اور پُر اسرار لہجے کی شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری کا تعلق انسانی نفسیات اور دلی جذبات و کیفیات سے ہے۔ وہ حسن و عشق دونوں کی خوب رمز شناس ہیں اور اسی ریاضت اور صلاحیت کو وہ اپنے شعروں میں احسن طریقے سے برتنے کا ہنر رکھتی ہیں۔ ان کو غزل گوئی میں کمال حاصل ہے۔ ان کی شاعری میں جدت آفرینی بھی ہے ندرتِ خیال بھی اور قدرتِ بیان بھی۔ رضیہ کے یہاں تصوف بھی ہے، تغزل بھی، روحانیت بھی ہے ماورائیت بھی، حسن و عشق کی دلکشی بھی ہے، رامش و رنگ کی شگفتگی بھی۔ وہ جس سادگی سے اپنی شاعری میں نکتہ آفرینی پیدا کرتی ہیں وہ اُن کی جذباتی بصیرت اور فنی پختگی کی دلیل ہے۔ ممتاز نقاد ڈاکٹر یوسف حسین نے حسرت موہانی کی شاعری کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے، جس طرح غالب کا عشق امیرانہ، میر کا عشق فقیرانہ اسی طرح حسرت کا عشق شریفانہ ہے۔ یہ بات رضیہ سبحان کی شاعری پہ بھی صادق آتی ہے۔

سید نسیم شاہ

مکاں لا مکاں

رضیہ سبحان قریشی

ناشر

Beyond Time Publications

سہ ماہی 'اجرا'

1-G-3/2، ناظم آباد، کراچی

Cell No. 03122471436

نام کتاب : مکاں لامکاں

مصنفہ : رضیہ سبحان قریشی

سرورق : رضیہ سبحان قریشی

نگرانِ طباعت : محمد حسین (+92-321-2163989)

کتابت : افضال جی (+92-312-2129593)

لے آؤٹ : یاسمین حامد

ترتیب و انتخاب : احسن سلیم (+92-312-2471436)

طباعت : خرم پرنٹنگ پریس، پاکستان چوک، کراچی

تعدادِ اشاعت : ۵۰۰

تاریخِ اشاعت : ۳۱ر جنوری ۲۰۱۵ء

قیمت : ۲۵۰ر روپے

بیرونِ ملک قیمت : ۱۰ر امریکی ڈالر

ملنے کا پتہ : A-374، بلاک-D، نارتھ ناظم آباد، کراچی

مصنفہ سے رابطہ : +92-333-3042579

انتساب

مالکِ کون و مکاں کے نام
جس نے رحیمیت کے خزانے سے انسان کو
علم اور قلم سے سرفراز کیا۔

مکاں سے دور کہیں لامکاں میں رہتی ہوں
زمیں پہ ہوتے ہوئے آسماں میں رہتی ہوں

فہرست

صداقتوں کی امین رضیہ سبحان

اردو زبان وادب کو خواتین کی تخلیقی صلاحیتوں نے بڑے منفرد رنگوں اور نئے پہلوؤں سے آشنا کیا ہے اور عالمی سطح پر خواتین کا ایک بڑا طبقہ اس سرمائے میں شب و روز اضافہ کر رہا ہے۔ خواتین قلمکاروں میں ایک نمائندہ شاعرہ کراچی کے اُفق سے آفتاب کی صورت طلوع ہو کر آسمانِ ادب کو اپنی قوسِ قزح کے رنگوں سے گلنار کئے ہوئے ہے۔ اس خاتون کا نام رضیہ سبحان ہے۔

رضیہ سبحان انگریزی کی پروفیسر رہی ہیں درس و تدریس کے عظیم اور مقدس پیشے کے ساتھ انہوں نے اپنے احساساتِ لطیف کے اظہار کے لئے دوسرے فنون کے میدان میں بھی اپنے کمالات کا مظاہرہ بخوبی کیا ہے۔ وہ

ایک بہترین مصورہ بھی ہیں ان کے مزاج، لہجے کی حلاوت، فکری جہات، طبیعت کی نرمی، برش کے ذریعے سے رنگوں کے ساتھ ان کی بہت سی پینٹنگ میں بھی اُتر آئی ہے۔

محترمہ رضیہ سبحان صاحبہ سے میری دعا سلام فیس بک کے حوالے سے قائم ہوئی۔ میری کوئی بڑی بہن نہیں ہے اس لئے میرے ذہن میں ایک شبیہہ جو بڑی بہن کی ہے ان کی شخصیت اسی کی ترجمان ہے۔ اس لئے میں انہیں باجی کہہ کر پکارتا ہوں اور رضیہ باجی نے بھی مجھے اپنی باوقار شفقتوں سے نوازا ہے۔ وہ فیس بک کی ہردلعزیز شاعرہ ہیں۔ ان کا کلام نہایت توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے قاری آج دُنیا بھر میں آباد ہیں۔

میری معلومات کے مطابق رضیہ سبحان صاحبہ کی تین کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ فیس بک کے اسکرین سے ان کا جو کلام مجھے دستیاب ہوا وہ ان کی سنجیدہ شخصیت کا ترجمان اور عکاس ہے۔ جس میں جمالیات کی رعنائیاں جلوہ گر ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے کلام کی جو سب سے بڑی خوبی مجھے محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ ان کے کلام میں ان کا عہد بولتا ہے۔ ہندو پاک کے باہر کے سماجوں میں بھی خواتین کے ساتھ جو عدم مساوات کا رویہ رہا ہے اسی کے پیشِ نظر ان کے یہ اشعار دیکھیں۔

اہلِ خرد کو بارہا دل نے کیا ہے باخبر
ہائے یہ دل کی بات بھی اُن سے نہیں سُنی گئی

کیوں خرافات زمانہ سے الجھ بیٹھے ہو
اہلِ دُنیا کو ندامت نہیں ہونے والی

سمندروں کو فنا کا خراج کیا دیتی
کہ میری نام کی اک موجِ پُرخطر بھی نہیں
سناٹا گلی کا مری وحشت کا سبب ہے
اور شور مری ذات کا سونے نہیں دیتا
ہر سانس میں گھٹن ہے ہر بات میں چبھن ہے
یہ زندگی ہے جیسے اک دور خودکشی کا

عورت کی قدر و منزلت کو انہوں نے جس انداز سے پیش فرمایا ہے، اُسے عورت ہی اس انداز سے بیان کرسکتی ہے ۔

خمیر، ممتا سے گوندھا گیا ہے عورت کا
سو جس کی گود ہو خالی اسے بھی ماں سمجھو!

رضیہ سبحان صاحبہ کا مطالعہ انگریزی اور دیگر زبانوں کے ادب کے حوالے سے نہایت وسیع رہا ہے۔ اس لیے وہ زندگی کے، کائنات کے، عالمی سطح اور علاقائی مسائل کے جن پہلوؤں کو چھوتی ہیں۔ ان کی بہت نمایاں اور بھرپور ترجمانی اور منظر کشی بہت موثر انداز میں کردینے پر قادر ہیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تصوف پر ان کی خصوصی توجہ ہے اور وہ ان کے افکار پر چھایا ہوا ہے۔ اسی رجحان کے تحت انہوں نے مولانا رومیؒ کے بہت سے خیالات کو اپنے اندازِ نظر کے ساتھ نظم کیا ہے اور ان کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار بھی کیا ہے۔ اسی لئے توحید اور ربّ کائنات کی مدحت اور عقائد سے وابستگی اور اللہ ربّ العزت کے حضور پاکیزہ جذبات وخیالات اور اس کی رحمتوں اور نعمتوں کا اعتراف ان کے کلام میں کثرت سے نظر آتا ہے۔

اپنے مزاجِ عشق کا ہے صوفیانہ رنگ
خلوت ہی راس آئی جوانی کے باوجود

جسے قربِ الٰہی کی سعادت ہاتھ آجائے
خزاں کی رُت میں بھی دل وہ سدا شاداب رہتا ہے

کیا کہوں دل میں تڑپ کتنی ترے قرب کی ہے
جسم بیمار سہی روح کو اچھا کردے

کبھی نہ وقتِ مقرر سے قبل گُل ہوگا
چراغِ زیست کو چاہے جہاں کہیں رکھوں

ان کے یہاں فکری الجھاؤ نہیں ہے۔ جس کے سبب وہ سیدھے قاری کے ذہن میں اُتر جاتی ہیں۔ ان کی شاعری میں پاکیزہ خیالات، زبان کی سلاست اور سادگی، اکثر قاری کے ذہن کو اپنے سحر میں باندھ لینے پر قادر ہے۔ ان کی صدا قاری کے دل و دماغ پر اثر کرتی ہے کیونکہ ان کے مشاہدے میں جو کچھ آتا ہے یا آیا ہے اور تجربات کی جن کیفیات سے ان کا سابقہ پڑا ہے وہ اُسے شعری قالب میں بڑی مہارت کے ساتھ اُتار دیتی ہیں۔ وہ تجربات اور زندگی کی جس آگ میں بذاتِ خود سلگتی رہی ہیں۔ اس کی آنچ قاری کے دل و دماغ تک ان کے اشعار کے وسیلے سے اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ پہنچتی ہے۔ ان کی شاعری میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ انسان دوستی، ملک کی ہمہ گیر ترقی کی فکرمندی کے ساتھ مذہبی فرقہ پرستی، سیاسی ریشہ دوانیوں، رشتوں کی پامالی اور اخلاقی قدروں کی تنزلی اور کمزور طبقوں کی زبوں حالی کا احتجاج بھی شدت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس لئے موجودہ دور کے

انسان کو پستی کا آئینہ دکھاتے ہوئے دہشت گردانہ روش اور تخریب کے راستے کو چھوڑ کر وہ اپنے قارئین کی فکری جہات کو تعمیری راہ اور اخلاقیات کی جانب لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

دل کے گوشے گوشے میں تیرگی پھیلی
روشنی کی خاطر ہی اک دیا جلا دیجے
انسان کی سرشت سے شائستگی گئی
حیوان جب بنا تو بڑی دور تک گیا
فقدان آگہی کا بشر میں ہے اس قدر
گمراہ یہ ہوئے ہیں نشانی کے باوجود
دل کی کثافتوں کو مٹا کر گلے ملو
کیا جانے ہم میں کون یہاں کب تلک رہے

وہ خود اعتمادی سے لبریز ہیں۔ ان کے ارادے نہایت پختہ ہیں۔ انہیں یقین ہے، عوام اس انتشار اور عدم تحفظ کی فضا کو پسند نہیں کرتے اس لئے گمراہ لوگوں کو بھی یقیناً راہِ راست پر آنا ہی ہوگا اس لئے وہ بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہتی ہیں۔

مانا کہ زندگی میں بہت انتشار ہے
اک اس کی ذاتِ پاک ہی پہ اعتبار ہے
صرف محبوب تک نہیں محدود
دھڑکنیں آسماں بھی سُنتا ہے
ہوائے تُند تجھے ہر دیا بجھانا ہے
مجھے چراغ نہیں دل یہاں جلانا ہے

وہ ہر قسم کے تصنع اور نمائش سے بہت دور ہیں لیکن اس سے ناواقف نہیں ہیں اور نہ ہی وہ کسی فارمولے یا تحریک کے زیرِ اثر ادب تخلیق کرتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے وہ اردو شاعری کی طرف دیر سے آئی ہیں اس لئے ان کی شاعری ان کی مسلسل ریاضت کا ثمرہ ہے۔ جس کا اثر ان کی نظموں میں بھی اکثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ اپنے عہد کی صداقتوں کی امین ہیں، اس لئے ان کے اظہار میں بڑی تازگی ہے۔ تصوف اور مذہبیت ہو، رومانیت ہو۔۔۔ان کے لہجے کی مٹھاس اور اظہار کی ندرت انہیں اپنی ہم عصر شاعرات سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی لئے وہ اپنے بارے میں کہتی ہیں۔

کسی کے نام کی تختی لگاتے کیا دل پر
خود اپنے آپ کی پہچان بن کے جیتے ہیں
زیست کی قید بھی کاٹی ہے تو انداز کے ساتھ
پا بہ زنجیر رہے فکر کو آزاد رکھا

مجھے یقین ہے ان کی یہ کتاب ''مکاں لامکاں'' عوام وخواص میں یکساں طور پر قبولِ عام کی سند حاصل کرے گی۔

امینؔ جس پوری
(بھارت)

میں نے احرام محبت باندھا

رضیہ سبحان اپنے عہد کی ایسی نمائندہ شاعرہ ہیں جن کی شاعری میں آج کا عہد بولتا ہے، زمانہ سانس لیتا ہے اور زندگی بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آج کی عورت کی کسک، اس کی محبت، اُس کی زندگی کا درد، اُس کے پیار کا اچھوتا اظہار اور وہ ساری سچائیاں دیکھنے کو مل جاتی ہیں جو ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ رضیہ کے یہاں اظہار کی آزادی کے ساتھ عورت کی وہ فطری سچائی نظر آتی ہے جو ایک عورت کی شناخت ہے۔ کبھی وہ محبوب بن کر سوچتی ہے۔

ادائے حسن کی معصومیت کو کیا کہیئے
ستم وہ جو بھی کرے صورتِ ثواب کرے

اور کبھی محبوبہ کی طرح مچل جاتی ہیں

کتابِ زیست میں شامل میں لفظ رہوں
تمام عمر پڑھے وہ مجھے نصاب کرے

رضیہ سبحان نے اپنے عہد کو بھرپور جیا ہے اور اُسے ایمانداری سے

اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔اُن کی شاعری لفاظی نہیں ہے بلکہ اُنہیں لفظوں سے رنگوں کی طرح کھیلنے کا ہنر معلوم ہے۔رضیہ کے یہاں روایت کی پابندی کے ساتھ کلاسیکل رچاؤ بھی نظر آتا ہے۔اُن کا اپنا منفرد لہجہ ہے جو کافی متاثر کرتا ہے اور انہیں اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔رضیہ سبحان غزل کے ساتھ نظم پہ بھی قدرت رکھتی ہیں۔اُن کی ایک نظم نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اُس نظم میں انہوں نے آج کی عورت کو اپنے مکمل روپ میں پیش کیا ہے۔ ایک عورت کس طرح زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرتی ہے اور کن حالات سے کیسے گزرتی ہے وہ سب اس نظم میں موجود ہے،صرف آخری بند میں اس کا عزم دیکھئے۔

میں نے احرام محبت باندھا
عشق کی راہگذر پر نکلی
آج اک خواب لئے زندہ ہوں
نئی اُمید ہوں، آئندہ ہوں

مجموعی طور پر رضیہ سبحان کی شاعری نے مجھے کافی متاثر کیا ہے۔ان کے فن کا مکمل جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔رضیہ محبت کی شاعرہ ہیں اور اُسے اپنے شعر میں محسوس کرانا بھی جانتی ہیں۔

ستارے ماند پڑیں چاند بھی پشیماں ہو
کسی کے نام سے آنکھوں میں جو چمک آئے

مشتاق احمد نوری

آ گہی کا سفر

انسانی زندگی دراصل آ گہی کا وہ سفر ہے جس کے راستے میں کئی اتار چڑھاؤ آتے ہیں اور زندگی کے لوازم کے دسترس کے حصول کے لئے کٹھن مراحل بھی درپیش رہتے ہیں۔ یہ مرحلے سوچ کے دائرے بھی متعین کرتے ہیں۔ جدوجہد کے ان مراحل میں جب جمالیات اور حسِ لطافت کی جوت جاگ جائے تو یہ سفرِ آ گہی کی ان منزلوں کی جانب گامزن ہو جاتا ہے جو رضیہ سبحان کی منزل ہے۔ رضیہ سبحان کی شاعری کے ادوار آ گہی کے وہ مراحل ہیں جو ریاضت اور مجاہدے کے بعد اضطراب پیدا کرتے ہیں اور بغیر اضطراب کے تخلیق کا ظہور ممکن نہیں۔ آ گہی کے سفر میں رضیہ سبحان کی نئی کتاب 'مکاں لامکاں' دراصل آ گہی کے اضطراب کی ہی پیداوار ہے۔ جس

میں بظاہر تو پُرسکون اور خاموش فضا ہے۔ مگر اس کے اندر کا اضطراب ان کی ذات میں پلنے والی بے چینی ہے جو نئے رستوں اور منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے، اس کی سچائی کو دیکھنا ہو تو رضیہ سبحان صاحبہ کی فطرت سے بے پایاں محبت کو دیکھو۔ انہوں نے کارخانۂ قدرت کی ہر شئے سے محبت کی ہے اور اس کی روشنی میں ''مکاں لامکاں'' تک کا سفر طے کیا ہے۔ یہ سفر تلاش کا سفر ہے جو ان کی شاعری کے مضامین میں نظر آتی ہے۔ ان کی جستجو زندگی کے ہر پہلو پر اور زاویۂ فکر میں راہیں تلاش کرتی نظر آتی ہے۔ رضیہ سبحان کی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی بھی لمحے مایوس نہیں ہوتیں۔ بلکہ زندگی کی اپنی مشقتوں سے توانائی کشید کرتی ہیں اور وضع داری کو شعر بناتے ہوئے اپنے سفر کی طرف رواں دواں ہیں۔ یہی رنگِ زندگی ان کی شاعری کو وقار بخشتا ہے اور اسلوب میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ ان کی شاعری مکاں لامکاں میں گونجنے والی ہر صدا کا احوال سُناتی ہے۔ کبھی وہ فطرت کے اتنے قریب ہو جاتی ہیں کہ سرگوشیاں سنائی دینے لگتی ہیں اور کسی بھی لمحے رومی کے ترجمے لکھنے بیٹھ جاتی ہیں۔ پوری سچائی کے ساتھ جب رخ پھیرتی ہیں تو وجدان کے مسئلے پر دھمال ڈالتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

کبھی مجذوب، کبھی درویش، کبھی فلسفی کے روپ میں نظر آتی ہیں۔

کسی لمحے یہ ادراک میں آشکار ہونے والی وجودِ ہستی کے رنگ لفظوں میں ڈبو کر اُسے قوسِ قزح سجاتی ہیں کہ پڑھنے والا یہی جانے یہی سمجھے کہ یہ جو قوسِ قزح فلک کے ماتھے پر جھومر بن کر لہرائی ہے میرے لئے ہے اور اس میں اضطراب کی وہ کیفیت عیاں ہے کہ پڑھنے والا بھی اس سے دامن نہیں بچا

پاتا تو گویا اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ ہر صفحے پر لکھی سادا سی تحریر ہر قلب و جاں میں اضطراب پیدا کر دیتی ہے۔ "مکاں لامکاں" کے دروازے پر دستک دیتی ہے فطرت سے محبت پر اکساتی ہے۔ خوبصورت مضامین کی غزلوں، نظموں اور ترجمے کا مجموعہ یہ کتاب بجا طور پر اردو ادب میں انمول اضافہ ہے۔ جس کے لئے شاعرہ مبارکباد کی مستحق ہے اور اردو ادب اس کے لئے شاعرہ کا ممنونِ احسان رہے گا۔ اللہ سب کو شاد و آباد رکھے۔ (آمین)

غلام مصطفیٰ ناصر

میری بات

میں پروردگار عالم کی شکر گزار ہوں کہ آج ''سرد آگ'' کی بجھی چنگاریوں کو ہوا دیتے ہوئے، لوگوں کی سوئی سماعتوں کو اپنی ''خاموش دستک'' سے جگاتے ہوئے، اور ''محبت کی سیپیاں'' بانٹتے ہوئے ''مکاں لامکاں'' تک پہنچی!!

جس طرح سورج کی پہلی کرن کھڑکی سے داخل ہو کر ایک کمرے کو روشن کرتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہی کرن تمام دُنیا کو اپنی روشنی سے منور کر دیتی ہے اسی طرح انسانی فکر و شعور کا آغاز اپنی ذات سے شروع ہو کر وقت کے ساتھ ساتھ تمام کائنات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ لمحہ بہ لمحہ تبدیلی کا باعث ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی، یہ سفر، بہت دشوار بہت صبر آزما ہوتا ہے کئی مرحلوں سے

❀❀❀❀❀

مکاں ہے دور کہیں لامکاں میں رہتی ہوں
زمیں پہ ہوتے ہوئے آسماں میں رہتی ہوں

ہے جس کے ہاتھ میں یہ باگ ڈور عالم کی
بہت سکون سے اس کی اماں میں رہتی ہوں

خبر جو لینے چلے ہو یہ حالتِ دل کی
مجھے خبر ہی کہاں کس جہاں میں رہتی ہوں

شاعری

ہوا کے دوش پر الفاظ کی تصویر بنتی ہے
تو پھر جا کر کہیں روئے زمیں تحریر بنتی ہے

کشیرِ خونِ دل سے سینچنا پڑتا ہے جذبوں کو
تو پھر سچائی کے لہجے کی اک تاثیر بنتی ہے

غزل یونہی نہیں ہوتی کہ اس کاوش میں شاعر کے
جگر کا خون ہوتا ہے تو یہ جاگیر بنتی ہے

وہ شافعِ رحمت ہیں وہی شانِ محبت
ہو جائیں معاف اپنی خطائیں تو عجب کیا

ہر راہ کی منزل ہو فقط شہرِ مدینہ
دل میں یہی ارمان جگائیں تو عجب کیا

دھڑکن میں رہے گونج سدا حمدِ خدا کی
اور اشک مرے نعت سنائیں تو عجب کیا

جو شانِ محمدؐ میں ہوئے آج یہ دل سے
اشعار وہ افلاک پہ جائیں تو عجب کیا

❀❀❀❀❀

نعت

اس دامِ بلا سے جو بچائیں تو عجب کیا
عاصی کو جو روضے پہ بُلائیں تو عجب کیا

سرکارؐ کی محفل پہ تو سب کچھ ہے نچھاور
اُلفت میں اگر جان سے جائیں تو عجب کیا

اس انجمنِ فکر کو آقائے جہاں کی
انفاس کی خوشبو سے سجائیں تو عجب کیا

خزاں زندگی میں نہ آئے گی ہرگز
مرے قلب میں پھول وہ کھل گیا ہے

ترے نام کردی ہے دھڑکن یہ دل کی
تو ہی میری سانسوں میں اب گھل گیا ہے

حمد

خدایا ترے در پہ سجدہ کیا ہے
ترا نام ہر دم یہاں پر لیا ہے

مجھے زندگی کی تمنا نہیں اب
تری بندگی کا مزا مل گیا ہے

تصور بچھڑنے کا دل کو ہلا دے
ترے قرب کا وہ صلہ مل گیا ہے

جب تک مرے انفاس میں تو دوڑ رہا ہے
تب تک یہ مری زیست کا ہر لمحہ اَمر ہے

سانسوں میں ترا ذکر جو تھم جائے تو کیا غم
جلووں میں تری حمد یہاں شام وسحر ہے

صنّاعی سے تیری رہیں حیران دو عالم
ہر ذرۂ قدرت بھی یہاں رشکِ ہُنر ہے

یوں تو ہیں ثنا خواں یہ بشر اور شجر بھی
پر آج مری حمد کا انداز دِگر ہے۔

حمد

کچھ خوفِ حوادث ہے نہ دُنیا ہی کا ڈر ہے
انجامِ سفر اب مرا آغازِ سفر ہے

کل ہے جو مرا وہ ہے حقیقت سے مزین
میں آج ہوں جسمیں وہ فقط خواب نگر ہے

منزل وہ میسر ہے بصد عجز و عقیدت
ہر سانس تشکر میں بسا ایک ثمر ہے

خیالات کا اظہار کیا۔ اللہ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بُلند کرے۔ (آمین)

جناب انیس مرچنٹ صاحب جو بہت سچے اور مخلص انسان ہیں ان کی بے حد ممنون ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت ان کی مدد کے بغیر ناممکن تھی کیونکہ انہوں نے ہی مجھے محترم احسن سلیم سے متعارف کروایا جو معروف ادبی جریدے 'اجرا' کے مدیر اور جدید شاعر، ادیب اور نقاد ہیں۔ ان کی نگرانی میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ میں ان کی بھی تہہ دل سے ممنون ہوں اور اپنے Facebook کے ان تمام دوستوں کی ممنون ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور اپنی قیمتی رائے سے نوازا۔ میں اپنے شوہر ہاشم قریشی اپنے بچے، مونا، بینا، حمنہ اور اسد کی بھی ممنون ہوں۔ جنہوں نے ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور میں پیشگی شکریہ آپ سب کا بھی ادا کروں گی جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا________

سدا اسلامت رہیں۔

رضیہ سبحان قریشی

(کراچی)

گزرتا ہے۔ یہ سفر محبت کا سفر ہے جو مکاں سے شروع ہو کر لامکاں تک پہنچتا ہے۔ جب یہ اس منزل پر پہنچتا ہے تو اس میں نفرتیں، عداوتیں، بغض، حسد اور تمام منفی جذبات خاک ہو جاتے ہیں اور صرف محبت، عاجزی اور شکر اور حسن رہ جاتے ہیں۔ میری شاعری کا سفر بھی یہی سفر ہے اور یہ کبھی مکمل ہو بھی نہیں سکتا کہ یہ ایک لامتناہی سفر ہے اور اس سفر کی منزل کی جستجو میں بڑھتے رہنا ہی زندگی ہے۔ اس زندگی میں مرتے رہنا ہی روح کی جلا اور بقا ہے کیونکہ محبت شکر ہے شکوہ نہیں۔ الحمدللہ آج میں سراپا شکر ہوں کہ میرے مالک نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنے دلی جذبات و محسوسات کو شعر کا قالب دے سکوں اور اس کے مفہوم کو دلوں تک پہنچا سکوں، دل جو محبت کا مرکز و منبع ہے۔

میں نے اپنی پہلی کتاب میں دُنیا کی سرد مہری کا شکوہ کیا، دوسری کتاب میں سماج کے بے رحم دلوں پر خاموش دستک دی اور پھر میرے اندر تبدیلی آنے لگی اور طلب اور شکوے کی بجائے میں نے محبت کی سیپیاں بانٹنے کا ہُنر جانا جو میری روحانی تسکین کا سبب بنا اور آج یہی محبت مجھے مکاں سے لامکاں تک لے آئی۔

اُمید ہے میرے قاری بھی میرے ہمسفر بنیں گے اور میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی کریں گے کیونکہ سیکھنے کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا اور سکھانے والا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ میرے کلام پر سرشار صدیقی (مرحوم) جیسے مستند شاعر نے اپنے گراں قدر

ورق ورق پہ ہیں پھیلے حروفِ نابینا
محبتوں کی ہر اک داستاں میں رہتی ہوں

حصولِ عشق کی سب کاوشیں ہیں لاحاصل
میں دسترس سے پرے اک جہاں میں رہتی ہوں

ہر اک طلب سے ہوئی بے نیاز و بیگانہ
بسا کے دل میں اُسے آستاں میں رہتی ہوں

سفیر بن کے ہواؤں کی دور تک جاؤں
میں مشتِ خاک ہوں موجِ رواں میں رہتی ہوں

❀❀❀❀❀

کبھی وہ خار کبھی وہ گلاب کی مانند
کبھی وہ چاند کبھی آفتاب کی مانند

سوال بن کے اُبھرتا ہے ذہن میں جو سدا
وہ میرے دل میں ہے مُحکم جواب کی مانند

جو ماہتاب سا اُترا ہے مجھ میں آخرِ شب
وہ میری زیست کی تازہ کتاب کی مانند

تغیراتِ زمانہ کے وہ بھی زیرِ اثر
بدلتا رہتا ہے عملی نصاب کی مانند

وہ جس کا ذکر مرے چار سُو ہی بکھرا ہے
وہ شخص میرے لئے ہے تو خواب کی مانند

ہیں حسن و عشق ازل سے ہی ایک بندھن میں
سوال حسن تو الفت جواب کی مانند

چھپا کے رکھے مجھے دو جہاں کی نظروں سے
میں اُس کو اوڑھ کے رکھوں حجاب کی مانند

❀❀❀❀❀

سفر طویل ہے اور کوئی ہم سفر بھی نہیں
کڑی ہے دھوپ کہیں سایۂ شجر بھی نہیں

جلا سکا نہ میرے جسم و جاں کے کُندن کو
نہیں وہ آنکھ کا آنسو تو پھر گُہر بھی نہیں

اب اُس مکان کی چاہت بھی دل میں کیونکر ہو
وہ گھر کے جس میں رہا کوئی معتبر بھی نہیں

مری نگاہِ تمنا کے حوصلے ہیں سوا
میں زخم زخم ہوں اور کوئی چارہ گر بھی نہیں

اُڑان میرے تخیل کی آسمانوں تلک
پرند وہ ہوں کہ جس کے تو بال و پَر بھی نہیں

سمندروں کو فنا کا خراج کیا دیتی
کہ میرے نام کی اک موجِ پُرخطر بھی نہیں

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

اس ایک شعر پہ مصرع کوئی لگائے ذرا
غزل سمجھ کے مجھے کوئی گنگنائے ذرا

تجلیوں کی ہو برسات بزمِ عرفاں میں
نظر جھکا کے نظر تو کوئی اُٹھائے ذرا

جسے ہو دعویٰ الفت پہ ناز اپنے بہت
وہ آج بزمِ محبت مری سجائے ذرا

کسی کا دل ہے جو پتھر کا پھر یہ شرط رہی
جو نقش اس پہ محبت کا ہے مٹائے ذرا

کٹے جو ہجر میں لمحے وہ کس کو یاد رہے
یہ ایک وصل کا لمحہ کوئی بھلائے ذرا

نگاہِ شوخ کے دم سے ہے عارضِ گلرنگ
صبا یہ بات گلوں کو کبھی بتائے ذرا

مزاجِ دشمنِ جاں اس قدر نہ برہم ہو
میں اپنی جان سے جاؤں وہ جان آئے ذرا

❀❀❀❀❀

نہ میں زمیں کی طرح ہوں نہ آسماں کی طرح
یہ زندگی ہے مری عمرِ رائیگاں کی طرح

میں اُس کو بھولنا چاہوں تو کس طرح بھولوں
وہ میرے ساتھ ہے اِک زخم کے نشاں کی طرح

عجیب وہم و گماں کی اسیر ہے اُلفت
کہ دل میں پلتی ہے اک جذبِ ناتواں کی طرح

تمام عمر جسے صرف سوچتی ہی رہی
وہ شخص ساتھ رہا نقشِ دوستاں کی طرح

کوئی گلہ نہیں اُس سے شکایتیں بھی نہیں
ہوا کے ساتھ چلا ہے جو بادباں کی طرح

بس اتنی آرزو لے کر میں اس جہاں سے چلوں
وہاں ملے نہ مجھے کوئی اس جہاں کی طرح

❀❀❀❀❀

وہ اچانک ملا اور جدا ہوگیا
حادثہ تھا مگر سانحہ ہوگیا

رائیگاں کس قدر یہ عبادت رہی
فرض سمجھا جسے وہ قضا ہوگیا

ہجر میں ہر گھڑی سانس رکتی رہی
وقت بھی آج زنجیرِ پا ہوگیا

جس کے بر آنے کی کوئی صورت نہ ہو
ہائے دل کا وہی مدعا ہوگیا

نیچی نظروں سے جو بھی اشارہ ملا
زنگ آلود دل کی صدا ہوگیا

جس کو سمجھا کئے دشمنِ زندگی
کیا کہ وہ دردِ دل کی دوا ہوگیا

لب پہ ہر شخص کے یہ ہی نوحہ رہے
میں ترے پیار میں کیا سے کیا ہوگیا

چار شعر

تیرا اندازِ مسیحائی نہیں
اور مرا عشق بھی سودائی نہیں

مصلحت ہے کہ جدائی مانگی
ورنہ میں بھی کوئی ہرجائی نہیں

بے نیازانہ گزرنے والے
کیا تری مجھ سے شناسائی نہیں

دل کے ویران نہاں خانے میں
کوئی تنہائی سی تنہائی نہیں

❀❀❀❀❀

وفورِ شوق سے مرتے نہیں تو کیا کرتے
ہم اپنی جاں سے گزرتے نہیں تو کیا کرتے

جو بزمِ دوست میں رہ جائے لب کشائی سے
نظر سے گفتگو کرتے نہیں تو کیا کرتے

کچھ اپنے بس میں کہاں ان گلوں کی قسمت تھی
یہ تربتوں پہ بکھرتے نہیں تو کیا کرتے

تمہارے حسن کی تکمیل کے لئے جاناں
لہو سے رنگ جو بھرتے نہیں تو کیا کرتے

کچھ اختتامِ سفر کا بھرم تو رکھنا تھا
اُفق کے پار اُترتے نہیں تو کیا کرتے

رقم کریں نہ کہیں داستانِ دل اپنی
خطیبِ وقت سے ڈرتے نہیں تو کیا کرتے

❀❀❀❀❀

رموزِ دل بدل گئے
محبتوں میں ڈھل گئے

کمال حوصلہ کہو
کہ گر کے پھر سنبھل گئے

یہ غنچۂ وفا کے گُل
رقیبِ جاں کچل گئے

دل و نظر کی جنگ میں
یہ زندگی کے پل گئے

جو بخت میں لکھے تھے غم
وہ کب خوشی سے ٹل گئے

اب ایسی بے رخی بھی کیا
کہ راستہ بدل گئے

تھی جن کی چاہ میں کمی
وہ وقت سے بہل گئے

گمانِ دل کے اژدھے
محبتیں نگل گئے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

کبھی یہ تشنہ رہتا ہے کبھی سیراب رہتا ہے
بڑا ہی مضطرب ہے دل بہت بیتاب رہتا ہے

ہوئی ہے دل پہ جب سے انتہائی بے حسی طاری
ہماری آنکھ کا دریا بہت بے آب رہتا ہے

اسی کے نام کرجاتے ہیں عنوانِ محبت ہم
کتابِ زیست میں بن کر نیا جو باب رہتا ہے

وفا وہ جذبۂ کامل کہ جس کی آرزو سب کو
مگر یہ وصف انسانوں میں اب کمیاب رہتا ہے

متاعِ دو جہاں پا کر بھی جانے کیوں نہیں دل میں
خوشی جیسا کوئی اب گوہرِ نایاب رہتا ہے

جسے قربِ الٰہی کی سعادت ہاتھ آجائے
خزاں کی رُت میں بھی دِل وہ سدا شاداب رہتا ہے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

سرمگیں آنکھوں میں خوابوں کو یوں برپا کردے
روشنی دل سے لے اور اُن میں اُجالا کردے

میرے مالک نے دیئے ہیں مرے افکار کو رنگ
فرض بنتا ہے کہ لفظوں کو مسیحا کردے

میں چلی آئی ترے در پہ لئے یہ ارماں
لمحۂ وصل کو اک نور کا ہالہ کردے

کیا کہوں دل میں تڑپ کتنی ترے قرب کی ہے
جسم بیمار سہی روح کو اچھا کردے

یاں منافق ہیں محبت میں بہت لوگ ابھی
اک جھلک عشق کی دکھلا انہیں سچا کردے

تیرے محبوب کی محبوبی ہوئی شان صفت
مجھ کو ہر لحہ تری دید کا پیاسا کردے

میں غزل کہتے چلی تو مرے مالک نے کہا
اپنے شعروں میں مرا آج تو چرچا کردے

❀❀❀❀❀

اس ایک شاخِ چمن پر جو آشیانہ بنا
وہی تو زیست میں رہنے کا اک ٹھکانہ بنا

نہیں نشاطِ زمانہ سے اب کوئی مطلب
متاعِ درد ہی اب بے بہا خزانہ بنا

جو زور چل نہ سکا دوست اور دشمن پر
تو پھر یہ دل ہی مرا ظلم کا نشانہ بنا

خیالِ یار کو غزلوں میں ڈھالنا اچھا
کہ اُس کے ذکر کا کوئی تو اک بہانہ بنا

ہو جس میں پاسِ نظر احترام دل شامل
جو ہو سکے تو محبت کا وہ ترانہ بنا

جو داغِ دامنِ دل تھے ہوئے سبھی شفاف
مرا نشانِ جبیں نقشِ آستانہ بنا

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

دیارِ عشق میں سر کو ذرا جھکا کے چلو
تمام شکوۂ اربابِ جاں بھلا کے چلو

مزاجِ شب سے شناسائی جس کی ہر دم ہے
چراغِ دل وہ اندھیروں میں اب جلا کے چلو

رہے تضاد نہ کچھ قول و فعل میں اپنے
یہ لوحِ دل سے بھی وہم و گماں مٹا کے چلو

جگائے رکھو گے جذبات مسئلہ ہوگا
کٹھن مقام ہے اِن کو یہیں سلا کے چلو

جو ناگریز ہی ٹھہرا انہیں جدا کرنا
تو کیوں نہ رنج و خوشی سے قدم ملا کے چلو

اگر یہ روح کے سناٹے تم کو گھبرائیں
تو شورِ ذات سے خاموشیاں جگا کے چلو

❀❀❀❀❀

کوئی گفتگو، کوئی جستجو، نہ کوئی گلہ نہ شکایتیں
میرے تیرے ربط میں اب کہیں نہ ہے دوستی نہ عداوتیں

کہیں اپنے آپ کو وار کر کہیں جیت کر کہیں ہار کر
مری جان تجھ پہ ہر اک ادا سے ہوئیں ہیں اپنی سخاوتیں

دیا دردِ دل، غمِ آگہی، کہیں تشنگی، کہیں بے بسی
کیا بتائیں اب تجھے مہرباں تیری کس قدر ہیں عنایتیں

نہ خیال ہے کوئی منتشر، نہ ہے اضطرابِ دل و جگر
چلو کچھ تو رنگ یہ لائی ہیں مری عمر بھر کی ریاضتیں

ہے جدا جدا تری ہر ادا، ترا لفظ لفظ گہر گہر
کروں کیا ثنا تری فکر کی کہ الگ ہیں تیری حکائتیں

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

حسن و وفا کی داستاں بزم میں جو کہی گئی
سوزِ جگر میں ڈوب کر درد سے وہ لکھی گئی

اہلِ خرد کو بارہا دل نے کیا ہے باخبر
ہائے یہ دل کی بات بھی اُن سے نہیں سُنی گئی

صدیوں کی آگ بھی کبھی اُس کو نہ راکھ کر سکی
دل کے چراغ سے سدا زیست کی تیرگی گئی

لفظ وہ ایک پیار کا مجھ کو مگر بدل گیا
چشم وہ التفات کی زخمِ جگر بھی سی گئی

میرے شکستہ حال کا تم سے نہیں ہے واسطہ
مجھ کو یہ روگ کھا گیا اور شراب پی گئی

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

اس قدر ناز اُٹھایا نہیں جاتا مجھ سے
زندگی تجھ کو منایا نہیں جاتا مجھ سے

میرے سینے میں دھڑکنا نہیں اے دل پیہم
تیرا احسان اُٹھایا نہیں جاتا مجھ سے

ایک میں ہوں کہ مری یاد بھی آئی نہ تجھے
ایک تُو ہے کہ بھلایا نہیں جاتا مجھ سے

صبح کے نور سے امداد طلب کرتی ہوں
شب فصیلوں کو گرایا نہیں جاتا مجھ سے

توڑ کر پھولوں کے گلدان کی زینت کر دوں
اس طرح گھر کو سجایا نہیں جاتا مجھ سے

❀❀❀❀❀

گو امتحانِ زیست بجھاتے رہے چراغ
راہِ ستم میں پھر بھی جلاتے رہے چراغ

خود کو سپرد کر کے شبِ تار تار کے
اک دوسرے کا ساتھ نبھاتے رہے چراغ

دل میں جگا کے آس کی ہلکی سی اک کرن
تاریک راستوں پہ بلاتے رہے چراغ

پروانے جل کے راکھ ہوئے اپنی آگ میں
ہر شب کو داستاں یہ سناتے اپنے چراغ

جل کر بجھے ہیں بجھ کے جلے ہیں بصد خوشی
اک دوسرے کو یوں بھی مناتے رہے چراغ

مقبول ہو سکی نہ دعائے سحر کبھی
بجھ کر ہمیشہ دل کو جلاتے رہے چراغ

موت و حیات سلسلۂ روز و شب رہے
آتے گئے چراغ تو جاتے رہے چراغ

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

دل و نظر میں ہمیشہ سے ہیں زمین و زماں
مگر وجود کو حاصل مرے ہوا نہ مکاں

اندھیرا چیر کے نکلا کبھی جو نورِ سحر
ٹھہر سکا نہیں منزل پہ کوئی وہم و گماں

خمارِ عشق میں ڈوبے ہوؤں کو کیا معلوم
کہ کہکشانِ محبت کی سرحدیں ہیں کہاں

دیا جو آس کا جلنے لگا نگاہوں میں
تو پھیلے دور کسی کی مسافتوں کے نشاں

وجودِ یار کی خوشبو سے یہ چمن مہکا
جمالِ یار کا پرتو نفس نفس میں رواں

بنا ہے مرکزِ ہستی وہ نورِ لافانی
دیارِ جاں میں فقط گونجتی ہے اُس کی اذاں

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

غبارِ دل اُتر جائے تو کیا ہو
خوشی بھی اپنے گھر جائے تو کیا ہو

وصالِ دوست کا انمول لمحہ
ملے، مل کر گزر جائے تو کیا ہو

خوشی کی راہ جانے کب ملے گی
یہ شامِ غم گزر جائے تو کیا ہو

پیکر جو بسا ہے یہ جسم و جاں میں
اگر دل سے اُتر جائے تو کیا ہو

جمالِ یار سے محروم دل کا
نہاں شیشہ نکھر جائے تو کیا ہو

رہا جو باعثِ آزار وہ دل
جہاں سے چشمِ تر جائے تو کیا ہو

لرز جاتا ہے اب دستِ طلب بھی
دعا یہ بے اثر جائے تو کیا ہو

❀❀❀❀❀

سر میں سودا عجب اک رہا رات بھر
دل میں طوفان سا پھر اُٹھا رات بھر

رتجگوں کی تھکن مجھ میں بڑھتی رہی
کوئی پہلو میں سوتا رہا رات بھر

دل تو کیا دل کی دھڑکن بھی سُنتی رہی
جو وہ آنکھوں سے کہتا رہا رات بھر

دن کو پھولوں کے چہرے بھی شاداب تھے
جلوۂ ماہ و انجم رہا رات بھر

جاگی آنکھوں سے دل نے ہے دیکھا جسے
میری نیندوں میں وہ خواب تھا رات بھر

در پہ دستک ہوا کی شرارت سہی
خوب اچھا یہ دھوکا لگا رات بھر

جانے کس کس کے دل خاک جل کر ہوئے
اک دھواں سا ہر اک سو اُٹھا رات بھر

چارہ گر بے نیازِ کرم ہی رہا
زخمِ دل نے اُسے دی صدا رات بھر

روشنی نے بصیرت کو خیرہ کیا
شب کا ہر راز کھلتا رہا رات بھر

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

اپنی آنکھوں میں ترا خواب سجایا ہی نہیں
زندگی میں نے یہ احسان اُٹھایا ہی نہیں

اُس سے کیا بات اُسے پاسِ وفا ہو کہ نہیں
مجھ کو اپنے سے گلہ ہے کہ نبھایا ہی نہیں

اُس کی نظروں نے سُخن جو بھی کبھی مجھ سے کیئے
ان کا الفاظ نے مفہوم بتایا ہی نہیں

غم، رگِ جاں میں نہ پھیلا تو کہاں شعر و سخن
جب نہ ترغیب ہوئی حال سُنایا ہی نہیں

شدتِ تشنگیٔ ساغرِ اُلفت ہی رہی
پھیر لی اُس نے نظر جام پلایا ہی نہیں

ساعتِ وصل کی یہ کونسی منزل ہے جہاں
لمحۂ ہجر کے امکان کا سایا ہی نہیں

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

رات کی ہتھیلی پر چاند کو سجایا ہے
جب یہ نور چہرے پر اپنے آج آیا ہے

دھوپ میں جلے برسوں صبح کی تسلی کو
روح پر تو ویسے بھی روشنی کا سایا ہے

حبسِ زندگانی میں دل نے جب کبھی چاہا
جسم نو کا ہر جھونکا قید میں بھی آیا ہے

جب سے سرخروئی کا سر پہ تاج پہنا ہے
آنسوؤں کو نگلا ہے اور غموں کو کھایا ہے

فاصلہ تو رکھا تھا تجھ سے زندگی ہم نے
جانے کون سودائی تیرے پاس لایا ہے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

لمحۂ آب و تاب آیا ہے
آج وہ بے نقاب آیا ہے

اس قدر روشنی اندھیرے میں
بام پر ماہتاب آیا ہے

مضطرب آنکھ مضمحل صورت
پھر وہ زیرِ عتاب آیا ہے

شاخِ جاں پر تمہاری یادوں کا
سُرخ تازہ گلاب آیا ہے

روز و شب کا حساب ہونے لگا
یاد وہ بے حساب آیا ہے

گونج صحراؤں میں اذانوں کی
عالمی انقلاب آیا ہے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

رقص میں نغمۂ جاناں ہے کہیں چلتے ہیں
زندگی ہم پہ مہرباں ہے کہیں چلتے ہیں

روح آسودہ و شاداب کسی طور نہیں
زلفِ ہستی یہ پریشاں ہے کہیں چلتے ہیں

حسن بکھرا ہوا یہ رات بھی سہمی سہمی
عشق آزردہ و حیراں ہے کہیں چلتے ہیں

ہجر کے کربِ مسلسل سے گزر کر آخر
لمحۂ وصل کا امکاں ہے کہیں چلتے ہیں

بعد مدت کے کہیں شامِ طرب آئی ہے
عیش و عشرت کا بھی ساماں ہے کہیں چلتے ہیں

اس زمانے کو سمجھنے کی سعی ہے بے سود
ہر کوئی ہم سے گریزاں ہے کہیں چلتے ہیں

نورِ وحدت کے تقدس سے ہیں سرشار بہت
وجد میں دل کا نگہباں ہے کہیں چلتے ہیں

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

ہمراہ سفر میں ہو سفر میں بھی نہیں ہو
افسوس مرے دل میں نہ آنکھوں میں کہیں ہو

سُلگتے ہیں چمن میں ہو گلابوں میں سمن میں
آنکھوں میں جو بس جائے وہی ماہ جبیں ہو

کیا تم میں ہے ایسا جو مجھے خاص لگے تم
لب ہو مری آنکھیں ہو کہ آبروئے جبیں ہو

یہ جذبِ محبت کا فسوں ہے کہ سحر ہے
تجھ کو وہیں پایا جہاں موجود نہیں ہو

مل جائے ہمیں راہِ وفا میں کوئی ایسا
جذبوں میں صداقت لئے اس دل میں مکیں ہو

حسرت اُسے پانے کی رہی دل کو ہمیشہ
افلاک کو چھوتا ہو مگر خاک نشیں ہو

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

جب بھی آئی کبھی بہارِ غزل
ہوگیا دل کو انتظارِ غزل

جسم و جاں بھیگنے سے لگتے ہیں
جب بھی گرتی ہے آبشارِ غزل

بکھرے الفاظ سے مزیّن ہو
فکرِ شاداب ہے اظہارِ غزل

کارِ مشکل سہی سعی یہ رہے
کہ ہو قائم سدا وقارِ غزل

دل کی فکرِ نوائے تازہ میں
ہو کے پنہاں رہے شرارِ غزل

راز جو بھی چھپائے دُنیا سے
وہ ہوئے آج آشکار غزل

روح میں دیر تک جو رہتا ہے
اور کیا ہے بجز خمار غزل

تیرا اور میرا ایک ہی رشتہ
میں غزل اور تو قرارِ غزل

❀❀❀❀❀

بادِ باراں کی نگاہوں میں نمی اچھی لگی
ہم کو اپنی زندگی کی بے کلی اچھی لگی

قدر کب اس زندگی کی زندگی میں ہوسکی
موت آئی روبرو تو زندگی اچھی لگی

بڑھ کے جس نے تھام لی لغزش مری بے ساختہ
آج اس معصوم کی یہ سادگی اچھی لگی

گونج پر زنجیر کی اک رقصِ بسمل نے کیا
ظلم کی وحشی فضا میں نغمگی اچھی لگی

برملا کچھ کہہ دیا، کچھ کہتے کہتے رُک گئے
ہم کو اُس کی اک کہی، اک ان کہی اچھی لگی

بار تھا جس کی طبیعت پر سدا ذوقِ سخن
آج اُس کو بھی ہماری شاعری اچھی لگی

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

آج پھر دل پہ اک پڑی ہے چوٹ
کیا کہوں کس قدر بڑی ہے چوٹ

رہروِ شوق آنکھ کھول کے چل
راستے میں ترے کھڑی ہے چوٹ

یاسیت کا جواز بنتا ہے
جسم و جاں سے اگر بڑی ہے چوٹ

اب گماں ہوگیا یقیں محکم
کہ مری منتظر کھڑی ہے چوٹ

آخرِ دم بھی جاں نہیں چھوٹی
دمِ آخر بھی پھر پڑی ہے چوٹ

کس قدر ٹوٹ پھوٹ رہتی ہے
چوٹ سے ٹوٹ کر لڑی ہے چوٹ

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

خیال و خواب کی دُنیا بسائے رکھتی ہوں
میں اپنی آنکھوں میں منظر چھپائے رکھتی ہوں

کسی کی یاد کا روشن سا اک دیا دل میں
شبِ فراق میں اکثر جلائے رکھتی ہوں

کچھ آرزوئیں ادھوری سی کچھ ادھورے خواب
میں اُن کے بوجھ سے دل کو تھکائے رکھتی ہوں

پڑی ہے لذتِ آزار کی جو عادت سی
خوشی سے بارِ غم دل اُٹھائے رکھتی ہوں

میں جان بوجھ کے دانستہ اور قصداً بھی
کسی کی یاد کو ہر دم بھلائے رکھتی ہوں

خلاء میں یوں تو خلا کے سوا کچھ اور نہیں
خلاء میں کس لئے نظریں جمائے رکھتی ہوں

بدن پہ اطلس و کمخواب و زر سجائے ہوئے
میں عیبِ روح کو اپنے چھپائے رکھتی ہوں

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

جنوں تازہ حکایت ہے، نہیں ہے
شعورِ فکرِ وحدت ہے، نہیں ہے

عجب اک کشمکش میں روز و شب ہوں
مجھے اُس سے محبت ہے، نہیں ہے

یہ آری سانس کی چل تو رہی ہے
مگر کچھ دل میں حرکت ہے، نہیں ہے

رہے گا فیصلہ مقدور پر اب
اسے میری ضرورت ہے، نہیں ہے

ہر اک کا ظاہر و باطن الگ ہے
محبت اور عداوت ہے، نہیں ہے

کبھی بھولے سے ہی شہرِ ستم میں
کوئی رسمِ عنایت ہے، نہیں ہے

نہ مثبت میں نہ انکاری میں شامل
کسی کی طرزِ عادت ہے، نہیں ہے

❀❀❀❀❀

وہم کو اعتبار کہتے رہے
نور کو ہم شرار کہتے رہے

زرد موسم لباس تھا جس کا
اس کو جانِ بہار کہتے رہے

ہم کہ سادہ مزاج دیوانے
ہم ستم کو شعار کہتے رہے

زیست کے آہنی شکنجے میں
قید کو بھی فرار کہتے رہے

اتنے ناداں صفاتِ الفت سے
دردِ دل کو خمار کہتے رہے

جو کہ اسبابِ بے قراری تھا
اس کو دل کا قرار کہتے رہے

اس کی اُمید و بیم میں اکثر
وقت کو انتظار کہتے رہے

دل کی ہی قید میں رہے لیکن
دل کو بے اختیار کہتے رہے

روح آلودہ اور بدن شفاف
سب اِسی کو سنگھار کہتے رہے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

زیست اپنی نہ اجل، میں رہی تنہا تنہا
ہمرہی تیری مگر میں رہی تنہا تنہا

دل سدا تم سے مرا محوِ تکلم ہی رہا
محفلِ دوست میں کب میں رہی تنہا تنہا

کس لئے شرطِ بہاراں اِسے آنا ہے ضرور
موسمِ زرد میں گو میں رہی تنہا تنہا

ضبط کا عہد کیا شوق سے پیماں باندھا
اب نہ تڑپوں گی کبھی میں یونہی تنہا تنہا

غم کی سوغات لئے پھرتا ہے ہر سمت بشر
اب نہیں روئے زمیں پر کوئی تنہا تنہا

صبح گُل شامِ طرب مدح سرا ہر لمحہ
حمد میں تیری یہاں ہیں سبھی تنہا تنہا

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

عیاں ہوں میں کہیں پنہاں بہت ہوں
یقیں میں وہم کا امکاں بہت ہوں

قسم ہنگامۂ جوشِ جنوں کی
سکوتِ دہر پہ حیراں بہت ہوں

سجائے رکھتی ہوں دن رات خود کو
میں پیشِ آئینہ ویراں بہت ہوں

جدا باطن نہیں ظاہر سے میرا
کرو جو غور تو آساں بہت ہوں

منا پائی نہ خود کو آج تک میں
کہ اپنے آپ سے نالاں بہت ہوں

میں مرہم ہوں شکستہ خستہ دل کا
علاجِ درد کا درماں بہت ہوں

مجھے میزان پر تولو نہ ہرگز
فرشتہ کم ہوں میں انساں بہت ہوں

❀❀❀❀❀

صبح ہنگامۂ ہستی میں بکھر جانا ہے
شام ہو جائے تو پھر لوٹ کے گھر جانا ہے

دربدر شہر میں آرام کی خاطر نہ پھرے
دلِ وحشی سے کہو اب تو ٹھہر جانا ہے

چاہے تنہائی کے عالم میں کٹے عمرِ رواں
گردشِ وقت کے میلے میں اُتر جانا ہے

خضر کی طرح اگر ساتھ تمہارا مل جائے
پھر کسے فکر اِدھر یا کہ اُدھر جانا ہے

اہلِ دل کا یہ سفر منزلِ اُلفت کے لئے
رات کی اَوٹ سے پھر تا بہ سحر جانا ہے

میرے اشعار بھی خوشبو کی طرح ہیں جن کو
اک نہ اک روز ہواؤں میں بکھر جانا ہے

❀❀❀❀❀

قربتوں میں بھی اک فاصلہ رہ گیا
درمیاں بس یہی رابطہ رہ گیا

تیرے آنے کی ہر آس بجھتی رہی
میرے ہاتھوں میں جلتا دیا رہ گیا

عکسِ تصویر کے نقش مٹتے رہے
پاس ٹوٹا ہوا آئینہ رہ گیا

زنگ آلود یادیں شکستہ دلی
زندگی کا یہی آسرا رہ گیا

اب تہی دامنی کا گلہ کس لئے
یادِ ماضی کا جب سلسلہ رہ گیا

دل میں اُمید کی جب کرن ہی نہیں
کس لئے پھر یہ دستِ دعا رہ گیا

❀❀❀❀❀

خزاں کی رُت ، دِ چمن میں کہ پھر بہار آئے
گزارنی تھی ہمیں عمر جو گزار آئے

نہ پوچھ ہم سے کٹے کیسے اپنے شام و سحر
بس اتنا جان لے اک بوجھ تھا اُتار آئے

وہ جس کی زیست کا مقصد خوشی ہماری تھی
اسی کی بزمِ تمنا سے اشکبار آئے

وہ جس کو بھولنا بھی کار ہائے مشکل تھا
اُسی کی یاد ہمیں آج بار بار آئے

ہوا کے دوش پر اُڑتا تھا پستیوں میں گرے
گلوں کی چاہ کی دامن میں اپنے خار آئے

صدائے گونج نہ رہ جائے بامِ و در میں کہیں
اسی لئے تو اُسے زیرِ لب پکار آئے

لگا کے روگِ مسلسل یہ حضرت دل کو
عبث ہے اپنی یہ کاوش کہ اب اقرار آئے

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

راستے کا پتھر تھے راہ سے ہٹا دیتے
بے سبب جو روشن تھا وہ دیا بجھا دیتے

زندگی کی چاہت بھی صرف تیری خاطر کی
ورنہ ہم تو مٹ جاتے تم اگر مٹا دیتے

دل کے گوشے گوشے میں تیرگی سی پھیلی ہے
روشنی کی خاطر ہی اک دیا جلا دیتے

حبس بے تحاشا تھا قیدِ زندگانی میں
ہم اسیرِ الفت کو کیا کوئی دعا دیتے

جب بھرم ہی رکھنا تھا ہم سے پاسداری کا
اپنے قصۂ دل کو یوں نہ پھر ہوا دیتے

ہم شکستہ ساماں تھے تم تو شاہ قدرت تھے
بزمِ سے رقیبوں کو برملا اُٹھا دیتے

❀❀❀❀❀

جو شخص آج محبت کے دائرے میں نہیں
کسی بھی غم میں نہیں کوئی مخمصے میں نہیں

یہ چاند تارے فلک پر ہی خوب سجتے ہیں
کوئی ملال نہیں جو یہ راستے میں نہیں

یہ منظروں کے حسیں رنگ جس کے دم سے تھے
اب اس کا عکس کہیں میرے آئینے میں نہیں

جو میری سوچ کا مرکز تھا دل کی دھڑکن تھا
یہ کیا ہوا ہے کہ وہ میرے حافظے میں نہیں

وہ بات جس کی زمانہ مُجھی سے کرتا ہے
بتائیں کیسے کہ وہ میرے رابطے میں نہیں

وفا شکن سے رہا اب نہیں گلہ کوئی
کہ اس کا ذکر مراسم کے سلسلے میں نہیں

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

دریچہ کھول دو دیوار ڈھادو
متاعِ جاں میں اک محشر اٹھادو

غبارِ دورِ ماضی سے نکل کر
دیارِ یادِ ماضی کو مٹادو

نئے امکان کا امکاں ہے ممکن
اگر تم حوصلہ اپنا بڑھادو

اٹھا کر لطف حاضر ساعتوں سے
غمِ فردا کے اندیشے بھلا دو

یہی تو زندگی کا راستہ ہے
دیا جو دل جلائے وہ بجھا دو

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

انداز و ناز طور طریقے بدل گئے
وہ دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل گئے

ہے گردشِ حیات میں یہ بات بھی عجب
منظر اسی طرح کے ہیں چہرے بدل گئے

منزل کی سمت میں تو چلی تھی یقین سے
یہ کب گماں ہوا تھا کہ رستے بدل گئے

اغیار کے ستم پہ تو دنیا سے تھا گلہ
شکوہ ہو کس سے اب مرے اپنے بدل گئے

اک اپنی زندگی پہ کہاں ختم گردشیں
دنیا کو دیکھئے تو ہیں نقشے بدل گئے

حاصل بھی کیا ہے ایسے سوالوں سے دوستو
کب کیوں کہاں پہ کیسے وہ مجھ سے بدل گئے

❀❀❀❀❀

❀❀❀❀❀

مدارِ فکر کا دھواں شرار دیکھتے رہے
فضائے دہر کا سدا غبار دیکھتے رہے

ستم رسیدہ دل لئے مزارِ زندگانی پر
سو حسرتوں کے نقش اور نگار دیکھتے رہے

کبھی تو پائیں گے نگاہِ دل نشیں کی بھیک بھی
اسی اُمید پر کھڑے قطار دیکھتے رہے

نکل سکیں نہ دام سے تمہارے دل کی چاہ تھی
سو چار سمت اپنے اک حصار دیکھتے رہے

بے صورتی جہان کی انہیں نظر نہ آسکی
جو آئینے میں زلفِ کا سنگھار دیکھتے رہے

دل و نظر نے پالیا متاعِ فکر و آگہی
بھنور کی گردشوں میں بھی کنار دیکھتے رہے

شکستہ حالِ زار میں یہ اپنی خوش گمانیاں
خزاں کی اوٹ میں چھپی بہار دیکھتے رہے

❁❁❁❁❁

معصومیت

چندا ماموں کے گیت گا گا کر
روز بھوکا مجھے سلاتی ہو
ماں میں اک بات سوچتا ہوں بہت
کوئی بھوکا زمیں پہ کیوں سوتا
چاند تارے جو یہ فلک پر ہیں
یہ اگر گرم روٹیاں ہوتیں!!

لاحاصل

ہماری صبح سناٹا
ہماری شام خاموشی
ہماری رات بیداری
ہماری عمر بیزاری
ہمارا ذہن سویا سا
ہمارا دل بھی کھویا سا
ہمارا جسم ویرانی
ہماری روح وجدانی
یہ سب کچھ تو بجا لیکن
تمہیں کہنے سے کیا حاصل
تمہیں کہنے سے کیا حاصل!

لمحہ فکریہ

کیوں تم سے گریزاں ہیں
کیوں خود پہ پشیماں ہیں
کیوں سوچیں ہیں سہمی سی
کیوں جسم ہیں اُجڑے سے
کیوں روحیں پریشاں ہیں
کیوں درد بے درماں ہیں
کیوں بھٹکے ہیں منزل سے
کیوں راستے ویراں ہیں
نسبت نہیں جن سے وہ
کیوں اپنے نگہباں ہیں
سوچو نا کبھی تم بھی
پوچھو نا کبھی تم بھی!

خواہش

صبح کی ہواؤں میں
شام کی گھٹاؤں میں
شب کی ان فضاؤں میں
میرے پاس آنا تم
مجھ میں ایسے گھل جانا
جیسے رنگ پانی میں
یوں مجھے بدل جانا
جیسے رنگ پانی کو!

عبادت

جب بھی آوازِ اذاں آتی ہے
دل میں یوں ایک ہمک اُٹھتی ہے
جیسے محبوب بلاتا ہے میرا
وصل کی جیسے گھڑی آئی ہو
کیا کہوں پھر مجھے کیا ہوتا ہے
شدتِ جذب سے میں کانپتی ہوں
اور جبیں دل کی مری سجدے میں
سرحدِ عشق کو چھو جاتی ہے
اپنے محبوب کو پا جاتی ہے

❀❀❀❀❀

دوستوں کے درمیاں ہیں دشمنوں کے درمیاں
اب تو اپنی زندگی ہے وسوسوں کے درمیاں

ہوگئی اب منزلِ اُلفت کی خواہش خواب سی
یوں بھٹک کر رہ گئے ہیں راستوں کے درمیاں

جس طرح اک پھول کانٹوں میں گھرا ہو چارسُو
اس طرح ہے ذات اپنی بے حسوں کے درمیاں

جانے کس پہلو قرار آئے دلِ بیتاب کو
اس قدر الجھے ہوئے ہیں وحشتوں کے درمیاں

آس کی قندیل جو سینے میں تھی بُجھنے لگی
دفن جب سے ہوگئے ہیں حسرتوں کے درمیاں

اک خلیج فکر حائل ہورہے جس ربط میں
فاصلے دیکھے وہاں پر قربتوں کے درمیاں

❀❀❀❀❀

محبت

محبت کورے کاغذ پر کبھی لکھی نہیں جاتی
کہ مٹ جانے کا خدشہ ہے
محبت صاف پتھر پر کبھی کنداں نہیں کرتے
کہ پتھر ٹوٹ سکتا ہے
محبت دل کے آئینے پہ ہی تحریر ہوتی ہے
اگر دل ٹوٹ بھی جائے
محبت کرچیاں بن کر سدا سینے میں رہتی ہے
ہمیشہ زندہ رہتی ہے!

التجا

یہ میری التجا ہے تیرے حضور
جب بھی آئے کبھی پیامِ اجل
روح اپنا سراغ پا جائے
ٹوٹ جائے مرا حصارِ بدن
دل کو معراجِ عشق حاصل ہو
لمحۂ وصل کی نوید ملے
شبِ ہجراں کے شب چراغ بجھیں
کلمۂ حق رہے سماعت میں
یہ جبیں جھک رہے عبادت میں
جسم و جاں کا کٹھن طویل سفر
اپنے انجام کو پہنچ جائے
جنبشِ یک نگاہِ ساقی سے
ساغرِ زندگی چھلک جائے!!!!

عورت اک پتنگ

میں اک پتنگ
ترے پاس ڈور اُلفت کی
جو اعتمادِ محبت کی ڈھیل دے مجھ کو
تو پھر ہواؤں کی سنگت میں خوب لہراؤں
جو بے رخی سے یہی ڈور کھینچ لے تو اگر
تو بام عرش سے پھر میں زمیں پہ آ جاؤں
جو تیری ڈور ہو مضبوط
پھر تو میں ہر دم
ہر ایک مدِّ مقابل کو مات دے جاؤں
بڑھاؤں مان ترا جذبِ دل میں کھو جاؤں
مگر جو ڈورِ محبت ہوئی تری کمزور
تو پھر میں دُور
کسی چھت پہ کٹ کے گر جاؤں!!

میں، ایک عورت

inspired by Maya Angelou's Poem

I'll Rise

مجھ کو تاریخ نے پسپا لکھا
کبھی مٹی، کبھی صحرا لکھا
گرد کی طرح اُڑایا مجھ کو
روز نظروں سے گرایا مجھ کو
چاند سورج کی طرح گردوں پر
میں مگر روز اُبھرتی ہی رہی
مضطرب لہر بنی دریا کی
لبِ ساحل سے گزرتی ہی رہی
اس طرح حوصلے ہوتے ہیں جواں
اور بنتی ہیں نئی اُمیدیں
اس طرح سے میرے افکار بڑھے
گردِ افلاک کو چھونے کو چلے!

گو کہ تم نے مجھے توڑا تھا بہت
اور چاہا تھا کہ قدموں میں ترے

اپنے سر کو میں جھکائے رکھوں
اپنے شانے کسی آنسو کی طرح
رو برو تیرے گرائے رکھوں
طلبِ حُسن ہمیشہ تھی مگر
تو مری خوشیوں سے خائف ہی رہا
میرے ماضی کو کریدا ہر دم
اور مرے حال سے بیگانہ رہا
دل کو پھر طنز سے چھلنی یہ کیا
ان نگاہوں سے مجھے جھلسایا
اور نفرت سے مجھے قتل کیا!
جبر اور ظلم یہ حد سے جو بڑھا
ذہن اور دل نے بھی اِک عزم کیا
کردیئے دفن اِسی آنگن میں
کرچیاں ٹوٹے ہوئے دل کی، سُلگتے ارماں
خوف مایوسی یہ آہیں یہ فغاں
میں نے احرامِ محبت باندھا
عشق کی راہ گزر پر نکلی
آج اک خواب لئے زندہ ہوں
نئی اُمید ہوں آئندہ ہوں!

سورہ العصر کی تفسیر

قسم ہے وقت کی انسان ہے خسارے میں
قسم یہ میں نے نہیں، رب نے دی ہے اے لوگو!
ذرا تو غور کرو،
قسم ہے عصر کی جب دن ہو از وال پذیر
یہ دن کہ حُسن میں جس کی نہیں ہے کوئی نظیر
یہ وقت لمحہ بہ لمحہ یونہی گزر جائے
یہ وقت جا کے پلٹ کر کبھی نہیں آئے
ہے مثلِ خاک یہ مٹھی سے کب نکل جائے
یہ وقت برف کی مانند ہے پگھل جائے

گزرتے وقت کو سمجھو کہ کتنا ارزاں ہے
کہ اُس کی راہ میں اپنی اجل کا ساماں ہے
گنوادیا جو اُسے ہاتھ مل کے رہ جانا
پھر اُس کے بعد تو آساں نہیں سنبھل جانا

ہے خوش نصیب وہی جس نے وقت کو جانا
اور اپنے رب کی حقیقت کو خوب پہچانا
عمل بھی نیک کیے حق کا بھی گواہ بنا
نشیبِ راہِ طلب میں جری سپاہی بنا

مقامِ صبر و تحمل پہ جو رہا قائم
کتابِ عشق میں اس کا مقام ہو دائم

❁❁❁❁❁

بیداری

وقت کے روز مہ و سال گزرتے جائیں
اے مرے دل مرے ہمرازِ محبت جاگو!

لذتِ خواب سے مخمور نگاہیں کھولو
مستیٔ حسن میں ڈوبی ہو یہ ادائیں چھوڑو
چشمِ ویراں سے ذرا اشکِ ندامت تو بہے
گردشِ بخت جو روٹھا ہے مناؤ تو اُسے
کرچیاں دیدۂ حیران کی چُنتے جاؤ
گونج اس نغمۂ ماضی کی بھی سُنتے جاؤ
غیض و غم، درد و ستم، روگِ محبت سہہ لو
ظرف قائم ہی رہے حرف زباں سے نہ کہو

جذبِ خوابیدہ کا پھر سوگ منانے اُٹھو
مرگِ اُلفت کا کوئی نوحہ سُنانے اُٹھو
تم یہ سمجھے ہو کہ موت آئے گی سو جاؤ گے
یہ فقط وہم وگماں سوچ کی عیاری ہے
سچ تو کچھ اور ہے اے دل مرے غافل نہ رہو
بعد از مرگ عبث سونے کی تیاری ہے

زندگی نیند یہاں موت ہی بیداری ہے!

❁❁❁❁❁

پاگل

وہ پاگل
روز میرے سامنے سے یوں گزرتا ہے
کہ جیسے میں نہیں کچھ بھی
کبھی ہنستا، کبھی روتا
کبھی وہ سر جھٹکتا، بڑبڑاتا
چیختا
جیسے زمانہ سارا بہرہ ہو
میں اکثر سوچتی ہوں
دیکھ کر اس کو یہ پاگل تو ہے
لیکن الگ اک اُس کی دُنیا ہے
جہاں پر 'کُل' ہے یہ اپنا

یہ اُس کی سوچ اپنی آگہی اپنی
خوشی بھی اُس کی اپنی
غم بھی اپنا، بندگی اپنی
ہمیشہ تنہا رہ کر بھی
یہ خلوت انجمن اس کی
یہ پاگل مجھ سے بہتر ہے
کہ میں ذی ہوش ہو کر بھی
بھری محفل میں تنہا ہوں!!

تم اور میں

تم صبح
میں شام
ایک یقینی انجام کی ابتدا
دوسرا یقینی ابتدا کا انجام!

میں

ایک عورت ہوں میں
خوبصورت نہیں
پھر بھی نہ جانے کیوں
حسن والے بہت مجھ سے خائف رہیں
مجھ سے پوچھیں مرے حسن کا راز یہ
میں بتاؤں اُنہیں،
سچ نہ جانیں اسے
کہ میرا حسن مضمر ہے
آداب میں، فکرِ نایاب میں
اک حسیں خواب میں

چشمِ نمناک میں
فہم وادراک میں
روح صد چاک میں
سر خمیدہ نہیں
دل شکستہ نہیں
شورِ آہ وفغاں
میرا شیوہ نہیں
میری خاموش نظروں کی اپنی زباں
میرے محتاط قدموں تلے آسماں
نہ ہی ظاہر الگ نہ ہی باطن جدا
سارے اسرارِ ہستی مرے ہمنوا
ہوں میں خود سے نہاں
اور سب پہ عیاں
ایک عورت ہوں میں
خوبصورت نہیں، خوبصورت نہیں!!

کمی

یہی سورج طلوع ہوگا
وہی پھر شام آئیگی
یہی تارے اندھیری رات کو
پھر جگمگائیں گے
حسین مہتاب کی کرنوں میں
دو دل گنگنائیں گے
گھٹائیں جھوم کے برسیں گے
موسم مسکرائیں گے
ہوا مہکے گی، گل، سبزہ
چمن میں لہلہائیں گے

یہی ہنگامۂ دُنیا
یہی مصروف روز وشب
یہی نفرت یہی اُلفت
یہی دہشت یہی وحشت
یہ ماتم یہی خوشیاں
یہی دشمن، یہی سکھیاں
یہی سب سلسلے ہوں گے
کہیں کچھ بھی نہ بدلے گا
بس اس لوحِ زمیں سے
نام میرا مٹ چکا ہوگا!!!

مُورت

مجھے اس راہ سے گزرے ہوئے
مدت نہیں گزری
مگر یہ کیا کہ میرے ذہن پر
اس منظرِ ماضی کا
نہ کوئی نقش باقی ہے
نہ کوئی یاد تازہ ہے
نہ کوئی عکس زندہ ہے
میں ساکت ہوں کہ
جیسے میں ہوں پتھر کی

میرے دل میں
نہیں اب جنبش ہستی کی
ہلکی سی رمق باقی
میں جس کو کھو چکی ہوں
اپنے اندر کی ہمکتی خواہشیں
وہ جوش وجذبے
میرے سینے کے اندر ہے
سمندر ایک سویا سا
میری پلکوں پہ لرزاں ہے
خوشی کا خواب رویا سا
گزرتا جارہا ہے قافلہ
یادوں کا کھویا سا
جو مستقبل کے لمحے ہیں
گزر جائیں گے وہ یونہی
ادائے بے نیازی سے
کہ جیسے مَیں کوئی انساں نہیں
بے جان مورت ہوں!!

تم نہیں سمجھ سکتے

دلفگار سینے میں درد کیسے اُٹھتا ہے
کرب کے تلاطم میں وقت کیسے کٹتا ہے
دھیان کیسے بٹتا ہے۔۔۔۔۔تم نہیں سمجھ سکتے
کیسے غنچۂ اُلفت خاک میں بکھرتا ہے
خواب سا حسیں منظر ذہن سے گزرتا ہے
روح میں اُترتا ہے۔۔۔۔۔تم نہیں سمجھ سکتے
بارشوں کے موسم کی ساعتیں لبھاتی ہیں
ہجر کی کٹھن گھڑیاں کیسے دل جلاتی ہیں
آگ سی لگاتی ہیں۔۔۔۔۔تم نہیں سمجھ سکتے

چاندنی کے دامن میں رات اک سنہری ہے
بن میں کوکتی کوئل کس قدر اکیلی ہے
زندگی پہیلی ہے۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

راہگذارِ اُلفت کے راستوں میں پیچ و خم
زندگی کا ہر لمحہ صرف درد کا پرچم
کس قدر چھپے ہیں غم۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

ایک دن برس جیسا زندگی کا کٹتا ہے
آنکھ خشک رہتی ہے جب بھی درد بڑھتا ہے
دل سے خوں ٹپکتا ہے۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

کس طرح سے رشتوں کے قافلے بھٹکتے ہیں
کیسے کیسے اہلِ دل منزلوں سے ہٹتے ہیں
سائباں سمٹتے ہیں۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

چاہتوں کے رشتوں میں کس قدر یہ دوری ہے
دوستوں کی قربت میں فاصلہ ضروری ہے
زندگی ادھوری ہے۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

بحرِ بے یقینی میں آس ڈوب جاتی ہے
کیسے ہاتھ سے دل کی ڈور چھوٹ جاتی ہے
سانس روٹھ جاتی ہے۔۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے

زخمِ جگر

اتنا آسان نہیں زخمِ جگر کا بھرنا
ضرب کاری ہے، مرا گھاؤ بہت گہرا ہے
کرچیاں بکھری ہیں ہر سمت مرے خوابوں کی
دھجیاں اُڑتی ہیں ہر سو مرے ارمانوں کی
خوف، مایوسی، اداسی، گریہ
یہی سوغات مرے دامنِ بے آس میں ہیں
دل کے محور میں جو تصویرِ بتاں رکھتے ہیں
بٹ گئی رات کے تاریک سیہ خانوں میں
اب نہ منظر نہ وہ خواہش نہ وہ امید و لگن

تھک کے سوئے ہیں کناروں پہ ادھورے سپنے
کس طرح زیست کی جانب بھی اٹھائیں گے قدم
اب طلوع کیسے مبارک سا کوئی دن ہوگا
پھر کہاں آنکھوں میں وہ نور کے ہالے ہوں گے
کہ گرا ٹوٹ کے یہ شاخ کے مانند بدن
خاکِ اُلفت کو دیا روحِ شکستہ کا خراج
اتنا آسان نہیں زخمِ جگر کا بھرنا!!

❁❁❁❁❁

منزل

ابھی سے امتحانِ شوق سے گھبرا گئے ہو تم
نہ جانے امتحاں کتنے ابھی تو اور باقی ہیں
جہانِ رنگ و بو کے خار و خس لالہ سمن نرگس
تمہارے دامنِ سادہ کو رنگیں کرتے رہتے ہیں
نہ جانے کتنے روشن اور چمکتے خواب نورانی
تمہاری مدبھری آنکھوں میں آکر بستے رہتے ہیں
یہ جو پُر پیچ رستے ہیں یہ جو پُرخار راہیں ہیں
تمہارے پاؤں کے نیچے صراطِ سہل ہونے کو
بہت بے تاب ہیں بے چین ہیں پہلو بدلتے ہیں

محبت امتحاں ہے یہ وفا کا امتحاں سنگیں
ابھی آغاز ہے اور ابتدا میں جو سہم جائے
یقیناً وہ سرِ محفل یہاں بے موت مر جائے
ہمارا کیا؟
نہ جانے کب ہماری لوحِ دل تاریک ہو جائے
تمہیں لیکن گزر کر امتحانِ زیست سے ہر دم
بہر صورت کسی بھی طور منزل تک پہنچنا ہے!

❀❀❀❀❀

ریزہ ریزہ

مرے ہاتھوں میں جب تک جام تھا
پیمانے اپنے تھے
گرا ہاتھوں سے جب ساغر
تو ساقی کی نظر بدلی
گھٹا برسی، ہوا سہمی
زمانے کی ہوا بدلی
جہاں پیڑوں کے سائے تھے
وہاں پر دھوپ پلتی ہے
جہاں پر چاندنی تھی

اب وہاں وحشت برستی ہے
بہت روشن جو رستے تھے
ہوئے تاریک ویراں سے
گرے ہیں بے سبب آنسو
سکوتِ چشم حیراں سے
بساطِ زندگی پر چال اب
مہروں نے بدلی ہے
کہ جو دیرینہ ہمدم تھے
مسیحا اور خضر جیسے
وہی اب اجنبی چہرے
کہ جیسے بُت ہوں پتھر کے
جہاں پر مندمل ہوتے رہے
زخمِ ہُنر برسوں
وہاں کانٹوں سی نظریں
اب گدازِ جاں میں چبھتی ہیں
ہر ایک سو کرچیاں
اس شیشہ دل کی بکھرتی ہیں
میں ریزہ ریزہ رہتی ہوں
میں ریزہ ریزہ رہتی ہوں

صبح

(Morning Breeze)

(مولانا رومی کا ترجمہ)

صبح کی بادِ صبا
دیئے جاتی ہے صدا
وقت کو کھونا نہیں
سونا نہیں، رونا نہیں
ہاں یہ اک لمحۂ مدہوشی ہے
پر یہی لمحۂ سرگوشی ہے
کوئی پیغام، کوئی راز
کوئی نامہ، خبر

کوئی چھوٹی کہ بڑی بات
کوئی چارہ، ڈگر
بڑھ کے تو مانگ لے
جو بھی ہے طلب
صبح بیداری! اے نادان بشر
تجھ پہ اسرار نئے کھولے گی
اور اس پل میں گزرتا لمحہ
کئی صدیوں کا پتہ دے دے گا!!

بُلبُل

Birds Song

(مولانا رومی کا ترجمہ)

بُلبُلِ خوشنوا!
تو ہے نغمہ سرا
تیرا نغمہ
میرے لمحۂ ہجر میں
دل کی تسکین وراحت کا باعث بنے
میں بھی تیری طرح
مست وسرشار ہوں

پر مری روح میں کوئی نغمہ نہیں
جو فضائے معطر میں گونجے کبھی

مالکِ خوشنوا!

اپنی آواز سے ___ تو میری روح میں
کوئی نغمہ جگا

ان لبوں پر سجا
مثلِ طائر مجھے

اپنا داعی بنا

اپنا داعی بنا۔۔۔۔۔۔

❀❀❀❀❀

کہیں تو کوئی کبھی ایسا انتظام چلے
درونِ دل ہی محبت کا اہتمام چلے

یہ سوکھے پتے چٹختے ہیں مرے پاؤں تلے
ہوائے دہر سے کہہ دو سُبک خرام چلے

کسی کے کوچے میں ٹھہرے تو راز یہ جانا
وہاں نہ صبح چلے اور نہ کوئی شام چلے

جو نفرتوں کے امیں ہیں انہیں سندیسہ دو
کہ میکدے میں محبت کا کوئی جام چلے

یہ میکدہ بھی انہی کا ہے جام و ساقی بھی
وہ خوش گمان یہ لے کر خیالِ خام چلے

ہو آستانِ محبت میں دل کو پاسِ ادب
بہت سنبھل کے یہاں اور گام گام چلے

❀❀❀❀❀

نگاہِ ناز سے اپنی وہ ماہتاب کرے
ہمیشہ ساتھ رکھے اور مجھے کتاب کرے

میں ریزہ ریزہ بکھرتی رہی ہوں صحنِ چمن
سمیٹ لے وہ مجھے پھر کوئی گلاب کرے

ادائے حسن کی معصومیت کو کیا کیجئے
ستم وہ جو بھی کرے صورتِ ثواب کرے

کتابِ زیست میں شامل میں لفظ رہوں
تمام عمر پڑھے وہ مجھے نصاب کرے

بغیر میرے اُسے زندگی نہ راس آئے
گریز مجھ سے کرے، چاہے اجتناب کرے

یہ بھولنے کا عمل تو کبھی کبھی ہی سہی
وہ مجھ کو یاد کرے اور بے حساب کرے

میں باگ تھامے اُڑوں آسماں کی وسعت میں
وہ جب بھی اپنی محبت کو ہمرکاب کرے

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

کتابِ زیست کا عنوان بن کے جیتے ہیں
دلِ شکستہ کا ارمان بن کے جیتے ہیں

سمجھتے سب ہیں زمانے کی سرد چالوں کو
یہ جان بوجھ کے انجان بن کے جیتے ہیں

شعورِ دانش و ادراک بھی رہا حاصل
نہ جانے کس لئے انجان بن کے جیتے ہیں

جو ایک لفظِ محبت سرشت ہے اپنی
اُسی کے وصل کا پیمان بن کے جیتے ہیں

کسی کے نام کی تختی لگائیں کیا دل پر
خود اپنے آپ کی پہچان بن کے جیتے ہیں

❀❀❀❀❀

❁❁❁❁❁

حسنِ جہاں نما سے پریشان ہوگیا
آئینہ اس کو دیکھ کر حیران ہوگیا

میں نے جب اُس کی راہ میں آنکھوں کو رکھ دیا
وہ میری اس ادا سے پشیمان ہوگیا

بے جا کریدتے ہو بُجھی راکھ صبح شام
یہ دل تو جانے کب کا ہی ویران ہوگیا

جانب سے اُس کی فیصلہ ترکِ وفا کا تھا
دشوار جو تھا کام وہ آسان ہوگیا

پاسِ ادب ہی کہئے اسے بے رُخی نہیں
محفل میں کوئی دیکھ کے انجان ہوگیا

جس کو نہیں ہے اپنی کسی بات کی خبر
وہ شخص میرے دل کا نگہبان ہوگیا

جذبہ جنوں نہ ہوش نہ اُلفت نہ دشمنی
بس اب تو اپنی کوچ کا سامان ہوگیا

❀❀❀❀❀

جاں سے اُٹھتا شرار دیکھتے ہیں
دل پہ غم کا غبار دیکھتے ہیں

کر کے رد ہر خوشی محبت کی
خود کو اب باوقار دیکھتے ہیں

آنکھوں آنکھوں میں جذب کر کے اُسے
آئینے میں سنگھار دیکھتے ہیں

نبضِ جاں کو قرار ملتا ہے
جب اُسے بے قرار دیکھتے ہیں

ایک ادنیٰ خوشی کی چاہت میں
رنج کے رُخ ہزار دیکھتے ہیں

حسرتِ دید جن کے دل میں ہو
مڑ کے وہ بار بار دیکھتے ہیں

رخصتِ بزم ہوچکی لیکن!
اب بھی وہ انتظار دیکھتے ہیں

❀❀❀❀❀

دعا

سوزِ جاں کو اگر سُنائی نہ دے
پھر تو منظر بھی وہ دکھائی نہ دے

کیا بھلا کام اُس کا پہلو میں
دل کو جب دردِ آشنائی نہ دے

خشک آنکھیں رہیں تو اچھا ہے
گر انہیں اشکِ پارسائی نہ دے

محورِ ذات سے رہوں باہر
اے خدا شوقِ خودنمائی نہ دے

وہ مری روح میں سدا گونجے
جسم کو گیت جو سُنائی نہ دے

متفرق اشعار

اور

قطعات

ایسا مقامِ عالی ہے اُس ذاتِ پاک کا
سجدہ زمیں کو چیر کے کرنے کو جی کرے

☆☆☆☆☆

زمیں کے سینے پہ جب تک ہو ظلم ڈھاتے رہو
زمیں میں جاؤ گے جس دن تو پھر فرار نہیں

☆☆☆☆☆

بہت سنبھل کے اُترنا یہاں کہ ہے نازک
یہ دل کہ جیسے کوئی تارِ عنکبوت کا جال

☆☆☆☆☆

یوں مرے چاروں طرف رنج و الم
غم نے جیسے اپنی مٹھی کھولی ہو

ایک ہی لمحے میں دو جذبوں کو باہم کر چلیں
میں غم میں ڈوب جاؤں تم خوشی کو اوڑھ لو

☆☆☆☆☆

زیست کی قید بھی کاٹی ہے تو انداز کے ساتھ
پابہ زنجیر رہے، فکر کو آزاد رکھا

☆☆☆☆☆

حالتِ دل جو پوچھتے ہو مری
تم نے خالی مکان دیکھے ہیں

☆☆☆☆☆

گزر کر دل سے جاں تک آگئے وہ
ہوا لازم خطِ حد کا تعین!

زمیں کے سینے پہ ہنگامۂ بشر برپا
اور آسماں کے بہت دور اک تماشائی

☆☆☆☆☆

صرف محبوب تک نہیں محدود
دھڑکنیں آسماں بھی سنتا ہے

☆☆☆☆☆

چلے تھے ڈھونڈنے خوشیوں کا آنگن
رُکے ہیں گھر کے دروازے پہ آکر

☆☆☆☆☆

دل کا عکاس ہو گیا چہرہ
آئینہ توڑنے سے کیا حاصل

تجلیات سے کیا حسن کا احاطہ ہو
تو جس قدر بھی ہے ظاہر اسی قدر باطن

☆☆☆☆☆

میں خود کو دیکھنے کی آرزو میں
نکل جاؤں کہیں خود سے نہ باہر

☆☆☆☆☆

عرفانِ محبت کی بس ایک کرن ملتی
پھر جذبۂ دل اپنا ہم رقصِ صبا ہوتا

☆☆☆☆☆

وہ مجھ کو اس طرح سے دیکھتے ہیں
محبت کی زباں آنکھیں ہوں گویا

بھر گیا دھواں سا سینے میں
جب کبھی فرشِ دل پہ اشک کرے

☆☆☆☆☆

انا کے بُت کو نہ اُتنی بلندیوں پہ رکھو
کہ جب بھی جھکنے لگے ٹوٹ کر بکھر جائے

☆☆☆☆☆

یوں دیئے سے دیا جلا کے چلو
کہ اندھیروں کو راستہ نہ ملے

☆☆☆☆☆

قید اس وقت تک ہے ناممکن
سانس لینے کی جب تلک ہمت

سلوکِ ناروا مجھ سے جہاں کا
میں جیسے طاق پر رکھی گئی ہوں

☆☆☆☆☆

کہیں پر قطرۂ شبنم کہیں پر آبِ گم ہوں
جہاں پر ہوں بہت ترتیب سے بکھری ہوئی ہوں

☆☆☆☆☆

دیکھنا خود کو ہے آئینۂ انوار کے پار
کس طرح جاؤں مگر جسم کی دیوار کے پار

☆☆☆☆☆

یادوں کی چھتریوں کو بہت دور پھینک کر
ساون سے کیوں نہ آگ دلوں کی بجھائیں ہم

نہ میری شکل ہی بگڑی نہ رنگ ہی اُترا
بہت سلیقے سے قاتل نے مجھ کو مارا ہے

☆☆☆☆☆

جب سے تو دھڑکنوں میں آن بسا
مجھ کو پھر جستجو ہوئی تیری!

☆☆☆☆☆

وہ رستہ جس میں گُم ہوجائے منزل
وہ میرا فہم ہے ادراک ہے اور آگہی ہے

☆☆☆☆☆

دستکوں کی بوچھاریں شور ہے سماعت میں
ڈر ہے دل کا دروازہ یک بیک نہ کُھل جائے

ایک وہ شخص کہ تھا سارے زمانے بھر کا
ایک یہ دل کہ اسے سارا زمانہ سمجھے

☆☆☆☆☆

کتنے برسوں سے تک رہی ہوں اُسے
اے مرے چاند! چاند سے تو نکل

☆☆☆☆☆

کوہکن کی ضربِ آہن سے نہ پوچھو کیا ہوا
خسروانِ شہر کے بُت لڑکھڑا کر گر پڑے

☆☆☆☆☆

جھوٹ نے کتنے پیرہن بدلے
سچ ہمیشہ سے بے لباس رہا

کس کو خبر تھی دونوں طرف اک نشان تھا
سکہ نصیب کا جو اچھالا مرے لئے!

☆☆☆☆☆

میری تباہی پہ دشمن تو خیر خوش تھے بہت
یہ کیا کہ دوست بھی کم خوش نظر نہیں آئے

☆☆☆☆☆

پہچانتے ہیں لوگ محبت کے نام سے
کیا ہے جو گھر پہ نام کی تختی نہیں لگی

☆☆☆☆☆

کسی بھی نام سے مجھ کو پکارو
محبت کی زباں تو عالمی ہے

میں محبت کا استعارہ ہوں
میرا اپنا کوئی بھی نام نہیں

☆☆☆☆☆

کچھ تو بولو کہ اشک تھم جائیں
خامشی ضبط توڑ دیتی ہے

☆☆☆☆☆

خاک ہوں خاک ہونا مقدر مرا
کوئی شکوہ نہیں جو قضا لے گئی

☆☆☆☆☆

بقدرِ ظرف ہی حصے میں بوجھ آیا ہے
بلاسبب ہی شکایت ہوئی جہاں سے مجھے

حرفِ تحریر ہوں میں جو مٹ بھی گئی
یہ سمجھنا کہ جیسے ہوا لے گئی

☆☆☆☆☆

میں لوٹ آؤں گی اس روز، روز وشب کی طرح
سکوتِ دل یہ ترا لب کشا جو ہو جائے

☆☆☆☆☆

اجل تو آج آئی ہے مگر اس زیست کے ہم نے
کئی احسان اُٹھائے ہیں ترے احسان سے پہلے

☆☆☆☆☆

میرے اشعار بھی خوشبو کی طرح ہیں جن کو
اک نہ اک روز ہواؤں میں بکھر جانا ہے

کبھی نہ وقتِ مقرر سے قبل گل ہوگا
چراغِ زیست کو چاہے جہاں کہیں رکھو!

☆☆☆☆☆

میری پروازِ تخیل دیکھ کر
طائروں کی واپسی ہونے لگی

☆☆☆☆☆

میرے کسی بھی خواب کو سچا نہیں کیا
تم نے یہ دل کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا

☆☆☆☆☆

میری ہر سانس ہے تجھ سے عبارت
عبادت کا مجھے دعویٰ نہیں ہے

میرے اندر ماہیِ بے آب ہے
بجھ نہ پائے جو کبھی وہ پیاس ہے

☆☆☆☆☆

سو تکلم سے تو بہتر ہے تری خاموشی
کم سے کم اس پہ محبت کا گماں ہوتا ہے

☆☆☆☆☆

درونِ دل کوئی سورج ضرور اُترا ہے
جبھی تو صحنِ تمنا میں دھوپ پھیلی ہے

☆☆☆☆☆

میرے گرد ہالہ ہے اُس کے نورِ عرفاں کا
روح کے اندھیروں تک روشنی در آئی ہے

خوابوں سے اُٹھا کر اُنہیں تعبیر میں لانا
یہ نقشِ محبت کبھی تحریر میں لانا
بے جان وفسردہ سے جو الفاظ پڑے ہیں
مولا! تو اُنہیں حلقۂ تنویر میں لانا

شکستہ دردِ دل کا راز سُن لو
میں چُپ ہوں تم مری آواز سُن لو
اندھیروں کے نگر میں روشنی کا
جو بجھتا ہے ذرا وہ ساز سُن لو

✿✿✿✿✿

چاند تارے فلک زمیں بادل
تو مکاں، لامکاں سے برتر ہے
کس لئے ہو تری تلاش مجھے
تو ہمیشہ سے دل کے اندر ہے

✿✿✿✿✿

ہمیشہ خواب کی خواہش تھی ہم نے خواب بنے
خزاں رسیدہ چمن سے بھی صرف پھول چنے
کسی سے کچھ نہ کہا اور نہ کچھ سُنا ہم نے
اسی گماں میں رہے کوئی دل کی بات سُنے

غزل میں غنائیت نہ ہو تو اشعار دل کے تاروں کو نہیں چھوتے اور شاعر کا بیان سپاٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ شاعر الفاظ کے زیر و بم سے اشعار میں ترنم اور موسیقیت کا تاثر دیتا ہے۔ شاعری الفاظ میں نغمگی پیدا کرنے کا نام ہے۔ رضیہ سبحان قریشی کا کلام اس وصف سے مالا مال ہے۔ اس مجموعے میں بعض پوری پوری غزلیں غنائیت سے معمور ہیں۔ رضیہ سبحان نے نظمیں بھی کہی ہیں اور خوب کہی ہیں۔ رضیہ سبحان کو شائستگی، متانت، سادگی اور برجستگی کے ساتھ بیانِ مدعا کا ڈھنگ آتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اس دور کی ایک کامیاب شاعرہ ہیں۔

ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی

اگر مجھ سے دریافت کیا جائے کہ رضیہ کی شاعری کا بنیادی حوالہ کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ 'محبت اور صرف محبت' اور جب محبت اپنی آخری منزل پر پہنچ جاتی ہے تو وہ 'عشق' میں منتقل ہو کر ایک ابدی حقیقت کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ جس کا اظہار قلم و قرطاس کی محدود کائنات میں محال ہے۔ عشق کی اس کیفیت کا اندازہ اہلِ دل اور مالکانِ راہ منزل ہی کر سکتے ہیں۔ رضیہ کا مجموعہ کلام اس کی بیّن شہادت ہے۔ ان کے یہاں علم و آگہی کے نئے باب وا ہو رہے ہیں اور ان کے اس علمی سفر کی پیش رفت عروج و کمال کی رہگذر پر ہے۔ اُمید ہے یہ کتاب 'مکاں لامکاں' اصحاب علم و شعر و سخن کی توجہ کی مستحق ٹھہرے گی۔

واصل عثمانی

رضیہ سبحان قریشی نہایت ہی عمدہ اور دلکش غزلوں کی شاعرہ ہے۔ اُن کی بڑی خصوصیت خلوص و محبت ہے۔ محاسنِ شعر میں سادگی ہونا اور کیف آور ہونا چوٹی کی صفات ہیں۔ ان محاسن کا دار و مدار تخیل و مطالعہ، کائنات و فطرتِ انسانی اور قدرت کلام پر ہے۔ اس لئے ان کا کلام فنی عیوب سے پاک ہے۔ فن کی پختگی اور احساس کی تپش نے انہیں جہاں دشتِ سخن کی بیکراں وسعت بخشی ہے وہاں غزل کہنے کا ڈھنگ بھی عنایت ہوا ہے۔ رضیہ کا دماغ تخیل کا سمندر ہے۔ رضیہ کی شاعری اُن کے دل کی آواز اور دماغ کی پرواز ہے اور اُن کی غزلیں حسنِ تغزل کا نادر نمونہ ہیں۔

اعجاز احمد آزاد

کوائف

نام : رضیہ سبحان قریشی

تاریخ پیدائش : ۹ر دسمبر

تعلیم : بی اے (آنرز)، ایم اے (انگریزی)

ملازمت : ریٹائرڈ پرنسپل، عبداللہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین

مشاغل : شاعری اور مصوری

تصانیف

سرد آگ	(شعری مجموعہ)	۱۹۹۷ء
خاموش دستک	(شعری مجموعہ)	۲۰۰۲ء
سپیاں محبت کی	(شعری مجموعہ)	۲۰۰۶ء

گواہی بھی توقع بھی.......

میری لغت میں شاعری ''خودنمائی'' کا نہیں ''خودشناسی'' کا عمل ہے۔ فکرِ شعر کے دوران عالم محویت میں شاعر اپنی ذات کا غیر ارادی تجزیہ اور اپنے نفس کا غیر محسوس تزکیہ بھی کرتا رہتا ہے اور نتیجے کے طور پر جو خیال یا احساس یا جذبہ یا تجزیہ شعر کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اس کے باطن میں شاعر کا اپنا شفاف وجود دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ اختیاری عمل نہیں، لاشعوری کرشمہ ہے جو روایتی نہیں، تخلیقی شاعری کا طلسم ہوتا ہے۔ ایسی شاعری جو ایک نامعلوم منزل کی تلاش کی بے اجر مسافت ہے۔ اس سفر میں فطری شاعر دوسروں کے نقشِ پا سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے جستجو کے ریگ زار میں اپنے نقوش قدم کو دوسروں کے لئے نشانِ راہ بناتا ہے اور رضیہ سبحان قریشی کی سخن آرائی کا بیشتر تخلیقی اظہار اسی لائحہ عمل کے محور پر گردش کرتا ہے۔

رضیہ سبحان شعوری طور پر کوشاں نظر آتی ہیں کہ اس دائرے کو وسیع کریں اور روایتی قافیہ پیمائی کے حصار سے باہر آ کر مقدار اور معیار میں توازن قائم کریں۔

ہر سچے تخلیق کار کے لاشعور میں خود احتسابی کا رویہ موجود ہوتا ہے اور مجھے رضیہ سبحان قریشی سے توقع ہے کہ وہ معیار کے معروضی تقاضوں کی روشنی میں اپنی تخلیقات کو زیادہ معتبر بنائیں گی۔

سرشار صدیقی